گفتگو: مولانا محمد یٰسین
مرتب: سید محمد کفیل بخاری

یادگار باتیں، خوشگوار یادیں

بنام شاہدِ نازک خیالاں ، عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

حضرت مولانا محمد یسین دامت برکاتہم یادگار اسلاف میں سے ہیں۔ انہیں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے ملفوظات اور بے شمار واقعات اُن کے حافظے میں ہیں۔ میرے والد ماجد حضرت سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہٗ سے مولانا کا زمانہ طالب علمی سے دوستی کا تعلق ہے جسے گزشتہ ساٹھ برس سے مولانا نباہ رہے ہیں۔ تقریباً روزانہ دارِ بنی ہاشم میں اُن سے ملنے تشریف لاتے ہیں۔ ایک بھرپور مجلس ہوتی ہے جس میں ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، راقم اور دیگر عزیز احباب شریک ہوتے ہیں۔ کسی نہ کسی بہانے حضرت امیر شریعت کا ذکر چھڑ جاتا ہے اور مولانا کی یادوں کے دریچے کھلنے لگتے ہیں۔ میں نے سوچا یہ خوبصورت باتیں ہوا میں اڑ جائیں گی کیوں نہ انہیں قلم بند کیا جائے۔ چنانچہ ذیل کا مضمون مولانا کی منتشر اور بکھری ہوئی یادداشتوں کی ایک مرتب صورت ہے جنہیں مختلف مجالس میں انہوں نے بیان کیا۔ بعض حصے ابھی غیر مرتب ہیں جو مولانا کی نظرِ ثانی کے بعد کسی دوسری اشاعت میں شامل کیے جائیں گے۔

میرے مرحوم بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری نے بھی مولانا کی یادداشتیں نقل کی تھیں۔ ان کے مسودات میں اگر وہ کاغذات مل گئے تو انھیں بھی ان شاء اللہ شائع کر دیا جائے گا۔ ان دنوں مولانا علیل ہیں احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ (سید محمد کفیل بخاری)

مولانا ابوالکلام آزاد کا علمی و ادبی معیار:

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ جس کا اظہار وہ اکثر و بیشتر اپنی نجی مجالس اور تقریروں میں کیا کرتے تھے۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ:

''مولانا ابوالکلام آزاد کے علمی و ادبی ذوق کا معیار بہت بلند تھا، جو ان کی تحریر و تقریر، شعر و سخن، تنقید و مزاح اور نجی مجالس میں ہر جگہ یکساں قائم رہا۔ کسی بھی مقام پر ابتذال ان کے قریب سے نہیں گزرا۔ وہ ہمیشہ عظمت و وقار کی بلندی پر فائز رہے۔

دہلی جیل کے زمانۂ اسارت میں مولانا آزاد درسِ قرآن کریم ارشاد فرمایا کرتے، ماسٹر تاج الدین انصاری اور میں ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے اور سماع کرتے۔ ایک دن ''سورۃ الدہر'' کی اس آیت پر درس تھا۔ "اِنّا خَلَقنَا الاِنسَانَ مِن نُطفَةٍ'' میں نے ماسٹر جی سے کہا کہ ہماری زبان میں ''نطفہ'' ذرا ثقیل لفظ ہے، آج سنتے ہیں مولانا اس کا کیا

ترجمہ کرتے ہیں۔ مولانا نے آیت تلاوت کی اور برجستہ ترجمہ کیا:

''بے شک ہم نے انسان کو مرکب بیج سے پیدا کیا''

پھر تشریح وتفسیر میں ''تخمِ انسانی'' کی اصطلاح بھی ان کی زبان سے سنی۔ ہم عش عش کر اٹھے کہ یہ مولانا آزاد رحمتہ اللہ علیہ کا ہی حق اور معیار ہے کہ وہ ہر مقام سے سلامتی اور وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں''

ایک مجلس میں مولانا آزاد رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ چل نکلا تو حضرت امیر شریعت نے مولانا سے وابستہ اپنی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مولانا آزاد سے تعارف تو زمانۂ طالب علمی ۱۳-۱۹۱۲ء میں ان کے ''الہلال اور البلاغ'' کے مطالعے سے ہو چکا تھا لیکن سانحۂ جلیانوالہ باغ ۱۹۱۹ء اور تحریک خلافت ۲۱-۱۹۲۰ء میں مولانا سے باقاعدہ ملاقاتوں اور جدوجہد آزادی میں ان کی رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی۔ نجی مجالس، خلافت اور کانگریس کے اجلاسوں اور جلسوں میں مولانا کے ساتھ شرکت وخطاب کے بے شمار مواقع میسر آئے۔

تحریک خلافت کے دنوں دہلی میں مسلسل چند اجلاس ہوئے۔ ایک غیر معروف ''مولانا'' ان میں باقاعدہ شریک ہوتے اور پورے اجلاس میں مکمل خاموش رہتے، بعض دفعہ ہماری باتوں پر منہ بسورتے لیکن بات کوئی نہ کرتے۔ مولانا آزاد ان کی معنی خیز خاموشی اور حرکات کو دیکھتے اور محظوظ ہوتے۔ حسنِ اتفاق کہ ایک اجلاس میں وہ نہ آئے تو مولانا آزاد نے ان کی کمی محسوس کرتے ہوئے ازراہِ تفنن مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

میرے بھائی شاہ جی! آج وہ ''مولانا عبوساً قمطریرا'' نہیں آئے!

حدیث کی خوشبو:

ایک مجلس میں مقامِ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

راولپنڈی کے ایک جلسے میں مجھ سے پہلے ایک مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے عربی کے اس جملے کو حدیث کے طور پر پیش کیا:

''مَن لَا شیخ له فالشیخه الشیطان'' جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔

فرمایا کہ: حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے۔ میرے دل نے گواہی دی کہ یہ حدیث نہیں ہوسکتی۔ مولوی صاحب کی جہالت اور جسارت پر افسوس بھی ہوا کہ انھوں نے کھڑے کھڑے گناہ سر لے لیا۔ حدیث کے بیان میں تو بہت ہی احتیاط کرنی چاہیے اور اپنے ایمان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ نبی خاتم سیدنا محمد کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس نے مجھ سے ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کی تو اس پر اللہ کی لعنت''

چنانچہ میں نے فوراً وہیں تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث نہیں۔ اتفاقاً محسنی ومربی، محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں راولپنڈی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اگلے روز ان کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ سنایا تو انھوں نے فرمایا: واقعی یہ حدیث نہیں عبدالعزیز مادرینی کا قول ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے دل نے ہمیشہ کی طرح صحیح گواہی دی۔

قیامِ قیامت:

حج کے ایک سفر میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کے مطالعے کے دوران میں نے یہ حدیث پڑھی: **''لا تقوم الساعة حتیٰ تحج البيت''** (مستدرک حاکم)۔

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا''

حج سے واپسی پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو احوالِ سفر سنانے کے دوران آپ کو میں نے یہ حدیث بھی سنائی۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد است

مزدوروں سے محبت:

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجلس احرارِ اسلام کے تقریباً تمام رہنما قید کر دیے گئے تھے۔ حضرت امیر شریعت بھی ایک سال قید کاٹ کر لاہور جیل سے رہا ہوئے۔ ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بعد رہا ہوئے۔ شیخ صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی۔ فرمانے لگے: مولوی یٰسین! بھائی حسام الدین سے ملنے کو جی چاہتا ہے تم میرے ساتھ لاہور چلو۔ چنانچہ ریل گاڑی سے ہم لاہور روانہ ہوئے۔ علی الصبح لاہور پہنچے، دو تین روز قیام فرمایا، شیخ صاحب سے ملاقات کی، رہائی پر مبارک باد اور خیریت دریافت کر کے سندھ ایکسپریس سے واپسی کا سفر شروع کیا۔ رات بارہ بجے کے قریب ملتان پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلے اور کچہری روڈ کے لیے سالم تانگہ لیا۔ اگلی نشست پر امیر شریعت بیٹھے اور پچھلی نشست پر میں۔ تانگہ چلنا شروع ہوا تو کوچوان نے دیگر سواریاں بٹھانے کے لیے ''حرم گیٹ، بوہڑ گیٹ'' کی آوازیں لگانی شروع کر دیں۔ چنانچہ دو تین سواریاں آ گئیں، دو اگلی نشست پر امیر شریعت کے ساتھ اور باقی میرے ساتھ بیٹھ گئیں،

میں نے کوچوان سے غصے کا اظہار کیا کہ سالم تانگے میں دیگر سواریاں بٹھانے کا کیا جواز ہے؟ لیکن امیر شریعت نے کوئی غصہ کیا نہ کوچوان کو کچھ کہا، پھر میں بھی خاموش ہو رہا۔ حرم گیٹ پہنچ کر اس نے بوہڑ گیٹ اور پھر گھنٹہ گھر کی سواریاں بٹھانا شروع کر دیں، اس طرح ہم شہر بھر کی سیر کرتے ہوئے کچہری روڈ پہنچے۔ امیر شریعت نے کوچوان کو اتنے ہی پیسے دیے جتنے طے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ سالم تانگے کا معاملہ طے ہوا مگر اس نے خلاف ورزی کرتے ہوئے دیگر سواریاں بٹھائیں، ان سے پیسے وصول کیے اور ہم سے بھی۔ ہمارا وقت الگ ضائع کیا۔ فرمایا:

’’شکر کرو! ایک غریب محنت کش رات کے اس وقت بھی حلال روزی کے لیے مزدوری کر رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو رزق دے رہے ہیں تو یہ اس کا مقدر ہے جو بہرصورت اسے ملنا ہے۔ اگر ہمیں کچھ تاخیر ہوگئی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ الحمدللہ ہم گھر پہنچ گئے ہیں اور خفا ہونے کی ضرورت نہیں‘‘

میں نے اکثر دیکھا کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ مزدوروں سے بہت محبت کرتے تھے۔ کوچوانوں، ریڑھی بانوں، ریلوے کے قلی اور عام مزدوروں کو منہ مانگے پیسے دے کر خوش ہوتے تھے۔

شعری ذوق:

زندگی کے آخری برسوں میں اکثر گھر پر قیام رہا۔ ضعف کی وجہ سے سفر نہیں کرتے تھے۔ علماء و مشائخ، شعراء، ادباء، صحافی، سیاسی رہنما اور وزیر مشیر سبھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے۔ یہ بڑی یادگار محفلیں تھیں۔ پند و نصائح، تاریخ وسیاست اور شعر و ادب کے دفتر کھل جاتے۔ شاہ جی کی بیٹھک کسی جلسے کا منظر پیش کرنے لگتی۔ جس میں مختلف شعبوں سے متعلق شخصیات موجود ہوتیں۔ شعری ذوق بہت بلند تھا، خود بھی شاعر تھے، اساتذہ کے سیکڑوں اشعار یاد تھے۔ مجلس کا رخ شعر و سخن کی طرف مُڑ جاتا تو موقع محل کے مطابق ان کی زبان سے اشعار موتیوں کی طرح جھڑتے۔ عموماً فارسی اشعار سناتے۔ فرمایا کہ عزت بخاری کے اشعار دیکھو کیا مضامین باندھے ہیں۔ موت کو اپنے بامعنیٰ اسلوب میں لکھا ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرشِ نازک تر
نَفَس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا
چناں مدہوش جامِ آرزوئے وصل شد عزت
کہ از مستی بدوشِ دیگراں بے خود رسید ایں جا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ حضرت خواجہ کی لوحِ مزار پر ان کے ایک عقیدت مند عارف کا شعر درج ہے

آہستہ رو، آہستہ خرام بلکہ مخرام
عارفا خواب گہِ خواجۂ چشت ایں جا

مجلس شعر، گرم ہوتی چلی گئی اور وہ اشعار سناتے رہے

حدقۂ چشمِ مَلَک قالبِ خشت است ایں جا
از ازل ہرچہ شد خواجہ بر سنگ در خیش نوشت است ایں جا
بکوثر غوطہ ہا ز دہر کہ اندر خوں تپید ایں جا
محبت کربلائے ہست کہ باید شد شہید ایں جا

اس شعر کے متعلق فرمایا کہ پہلے مصرعے میں عقیدہ ہے اور دوسرے میں شعریت ہے

زِ حد حق عشقِ احمد بندگانِ چیدۂ خود را
بہ خاصاں شاہ می بخشد مے نوشیدۂ خود را

فرمانے لگے کہ ایک موحد عقیدت مند خواجہ اجمیری کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر باہر نکلا تو قوال گا رہا تھا

دِلا دے خواجہ پانچ روپے

اس نے کہا: خواجہ سے کیوں مانگتا ہے، خواجہ کیا دے گا؟ قوال نے کہا: تو دے دے

اس نے پانچ روپے نکال کر دے دیے۔

قوال نے برجستہ کہا: واہ خواجہ! کیا چِٹ رسید کی ہے اسی سے دلوا دیے

ایک روز اپنے معالج حکیم حافظ محمد حنیف اللہ مرحوم کے مطب میں تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے طبیعت کا حال پوچھا تو آپ نے یہ شعر پڑھا

ہر روز آفتیں نئی ہیں دلِ پُر مِہن کے ساتھ
ہر روز اِک زخم ہے زخمِ کہن کے ساتھ

کراچی میں پہلی آمد:

ایک مجلس میں تحریک آزادی کے یادگار واقعات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ تحریک خلافت کے دنوں میں پہلی مرتبہ کراچی گیا۔ سیٹھ عبداللہ ہارون نے مجھے امرتسر خط لکھا کہ کراچی میں جلسہ ہے، آپ اس میں شریک ہوں اور خطاب کریں۔ میں نے آنے کا وعدہ کر لیا۔ حسنِ اتفاق کہ عبداللہ ہارون سے میری کوئی ملاقات نہ تھی۔ میں ان دنوں ہاتھ میں

ڈنڈا رکھتا اور ڈنڈے والا پیر مشہور تھا۔ ٹرین کے ذریعے سفر کیا اور کراچی پہنچ گیا۔ سیٹھ عبداللہ ہارون گاڑی لے کر احباب کے ساتھ اسٹیشن پر استقبال کے لیے موجود تھے۔ ایک تو ہم دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے اور دوسرا وہ مجھے فرسٹ کلاس میں تلاش کرتے رہے اور میں تھرڈ کلاس کے ڈبے میں تھا۔ ان کے ذہن میں میرے بارے میں یہ تأثر تھا کہ بڑا لیڈر رہے، کرّ وفر کے ساتھ فرسٹ کلاس بوگی سے برآمد ہوگا، لیکن ان کا یہ خواب چکنا چور ہوگیا۔ وہ مجھے تلاش کرتے رہے اور ناکام واپس لوٹ گئے۔ میں اسٹیشن سے باہر آیا اور تانگہ لے کر سیٹھ ہارون کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ وہاں لوگوں کا رش تھا اور میں سب سے آخر میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ سیٹھ ہارون کہہ رہے تھے کہ بڑا مولوی ہے وعدہ کر کے نہیں آیا۔ کسی نے زیادہ پیسے دے دیے ہوں گے اس لیے اس کے جلسے میں چلا گیا ہوگا۔ کچھ اسی قسم کے تبصرے ہو رہے تھے، میں خاموشی سے سنتا رہا اور لطف اندوز ہوتا رہا۔ آخر اٹھ کر آگے بڑھا، سیٹھ ہارون سے سلام و مصافحہ کے بعد کہا کہ: بھائی غیبت نہ کرو! تہمت نہ لگاؤ، ملزم حاضر ہے۔ میرا نام عطاء اللہ شاہ بخاری ہے۔ وہ ششدر رہ گئے۔ اور شرمسار بھی ہوئے۔ کہنے لگے آپ کہاں تھے کس گاڑی میں آئے؟ میں نے کہا کہ اسی گاڑی میں آیا ہوں جس کا بتایا تھا۔ کہنے لگے کس بوگی میں تھے؟ میں نے بتایا کہ تھرڈ کلاس میں تھا۔ کہنے لگے ہم تو آپ کو فرسٹ کلاس میں تلاش کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ میری برادری تھرڈ کلاس میں ہوتی ہے۔ وہ مجھے جانتے پہچانتے ہیں اور میں انھیں، سفر ٹھیک طے ہو جاتا ہے۔ جلسہ ہوا، میں نے تقریر کی، جب واپس آنے لگا تو سیٹھ ہارون نے فرسٹ کلاس میں سیٹ برتھ ریزرو کرائی اور بستر ساتھ دیا۔ میں نے انکار کیا تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ہماری ناک کٹ جائے گی، مہربانی کر کے یہ خدمت قبول کریں اور فرسٹ کلاس میں ہی سفر کریں۔ ان کی عزت کی خاطر قبول کیا لیکن تمام سفر خاموشی سے گزرا۔ اس لیے کہ اس کلاس میں بیٹھنے والے لوگوں سے طبیعت کو مناسبت نہیں۔ ان کی گردنیں اکڑی ہوتی ہیں اور دوسرے لوگوں کو حقیر اور کم تر سمجھتے ہیں۔

سیف اللہ کی کاٹ:

ایک مجلس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز واقعات میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''سیف اللہ المسلول'' کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ جب عراق کے شہر ''حیرہ'' کا انھوں نے محاصرہ کیا تو عیسائیوں کو پیغام بھجوایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک مان لو۔

☆ اسلام قبول کرلو

☆ ہماری ماتحتی قبول کر کے جزیہ دو...... یا پھر

☆ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ!

عیسائی راہب عمرو بن مسیح معزز ین شہر کے ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کی گفتگو کرنے آیا۔ عمرو بن مسیح کا خادم بھی ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ تھیلی کیوں ساتھ لائے ہو، اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا: ’’سَم ساعۃ‘‘ یعنی فوراً ہلاک کرنے والا زہر ہے۔ میں اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ اگر میں تم لوگوں کے یہ اخلاق نہ دیکھتا جواب دیکھ رہا ہوں تو میں اپنی قوم کے لیے کسی ذلت کا ذریعہ نہ بنتا بلکہ زہر کھا کر ہلاک ہوجاتا‘‘

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلی اس سے لے کر زہر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا:

’’کوئی شخص اللہ کے متعین کیے ہوئے وقت سے پہلے نہیں مرتا اور نہ ہی کوئی چیز اللہ کے حکم کے بغیر اثر کرتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرُ الْاَسْمَاءِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ، وَالَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِ دَاءُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دعا پڑھ کر سارا زہر کھالیا اور انھیں کچھ بھی نہ ہوا۔ عمرو بن مسیح سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی اور توکّل کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا۔ اس نے کہا:

’’خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی جب تک ایسا رہے گا، تم کبھی ناکام نہیں ہوگے اور اپنی مراد کو پہنچو گے۔‘‘

حضرت امیر شریعت نے یہ واقعہ سن کر فرمایا:

’’تلوار کی خصوصیت ہے کہ وہ کاٹتی ہے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’سیف اللہ المسلول‘‘ (اللہ کی سونتی ہوئی تلوار) کا لقب عطا فرمایا تھا۔ دیکھو! سیف اللہ نے زہر کو بھی کاٹ کر رکھ دیا۔

دعاء کا قرآنی طریقہ:

علالت کے آخری ایام تھے، میں حسبِ معمول ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے گھر میں پردہ کرا کر مجھے اندر بلا لیا۔ صحن میں شیشم کے درخت کے نیچے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ بولنے میں بہت دقّت ہو رہی تھی۔ مجھے فرمانے لگے: اللہ کے سامنے رو رو کر دعا مانگنی چاہیے اور دعا، گریہ کے ساتھ خفیہ ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں یہی فرمایا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً. ’’(لوگو) اپنے پروردگار سے دعائیں مانگو، آہ وزاری کرتے ہوئے بھی اور پوشیدگی میں بھی‘‘ (اعراف:۵۵)

پھر فارسی کا یہ شعر پڑھا:

لذت فزاست بشب ہا گریستن
پیدا ملول بودن و پنہا گریستن

پھر اس کی تشریح میں پنجابی شعر سنایا:

بُکّل مار کے ہیر رُنّی
گھڑا نیر دا ویٹیا سُو

سبطِ حسن اور لینن کا مجسمہ:

حضرت امیر شریعت ۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں بورسٹل جیل لاہور میں قید تھے۔ معروف ترقی پسند ادیب سید سبطِ حسن بھی پنڈی سازش کیس میں یہیں قید تھے۔ جیل کی رفاقت، بے تکلف دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ غالباً ۱۹۵۵ء میں حضرت امیر شریعت لاہور تشریف لے گئے، راقم خادم بھی ساتھ تھا۔ بیرون دہلی دروازہ میں واقع مجلس احرار اسلام کے دفتر میں قیام تھا۔ معلوم ہوا کہ سبطِ حسن شدید علیل ہیں، فرمایا کہ اُن کی عیادت کے لیے جانا ہے۔ روزنامہ ''کوہستان'' لاہور کے دفتر کے قریب کمیونسٹ پارٹی کا دفتر تھا۔ حاجی دین محمد صاحب مرحوم کے فرزند بھائی محمد احمد کی گاڑی میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ مولانا مجاہد الحسینی بھی ہمراہ تھے۔ سبطِ حسن اپنے دفتر میں بالکل اکیلے تھے۔ شاہ جی سے لپٹ کر دوستوں کی بے اعتنائی اور گئے دنوں کو یاد کر کے روتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے دفتر میں لینن کا مجسمہ رکھا تھا۔ واپسی پر میں نے عرض کیا کہ ویسے تو کمیونسٹ، خدا کا انکار کرتے ہیں لیکن یہاں لینن کا مجسمہ رکھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ:

''بس یہ باتیں ہی ہیں ورنہ ہر کوئی کسی نہ کسی عظمت کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

برہمن بُت کو پوجے ہے، مسلماں حجرِ اسود کو
پرستش دونوں جانب ہے، عجب رتبے ہیں پتھر کے

شعر سنا کر فرمانے لگے کہ صرف شعر کو دیکھو۔ ورنہ یہ عقیدے کے خلاف ہے۔ مسلمان حجرِ اسود کی پوجا نہیں کرتے۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بوسہ لیا اس لیے مسلمان سنت پر عمل کرتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ: آپ ایک کمیونسٹ کی عیادت کے لیے کیوں گئے؟

فرمایا کہ:

بیمار کی عیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک یہودی کی بھی عیادت کی تھی اور اپنی کوشش تو یہ ہے کہ کوئی انسان جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جنت میں کھینچ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَكُنتُم عَلٰى شَفَا حُفرَةٍ مِنَ النَّارِ فَاَنقَذَكُم مِنهَا

''تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سے بھری ہوئی خندق ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو (ذرا پاؤں پھسلا اور شعلوں میں جا گرے) لیکن اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا'' (آلِ عمران:۱۰۳)